کا نام تھا، خلق عظیم یا بالفاظ دیگر ہمہ گیر تعمیری کردار، شعور ہو یا تجربہ، پیغمبروں کی دعوتِ حق ہو یا تاریخی مادیت کے نتائج اگر انسانیت کے مذکورہ تصور تک نہ پہنچا سکیں تو اُن کی کوئی قیمت نہیں، اخلاقی قدر ہی وہ بنیادی چیز تھی جسے ایک طرف انسانیت کے خواب کی تعبیر بھی کہہ سکتے ہیں اور دوسری طرف انسانی ارتقار بھی، اگر معاشی نشوونما کے بعد اخلاقی قدروں کو نشوونما دینے کا سوال ہی باقی نہ رہتا، اس کی ضرورت ہی نہ ہوتی تو ہم کہہ سکتے تھے کہ معاشی ترقیات ہی منزلِ حیات ہیں لیکن اگر معاشی ارتقار کے بعد بھی ذہنی، اخلاقی صلاحیتوں کے بیدار رکھنے کی ضرورت ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ انسانیت کا نصب العین اخلاقی قدروں کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہو سکتی تھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح کارخانۂ حیات کو زندگی کا نشوونما کر سکنے کے لئے مادی تضاد سے گذرنا ضروری ہے ایسے ہی معاشی تضاد کو ٹکرا ٹکرا کر مٹا دینے کے بغیر اخلاقی قدروں کو بین الاقوامی انسانیت کا مستقل پروگرام نہیں بنایا جا سکتا، مجھے اس سے انکار نہیں، انسانیت کا نصب العین چاہے اخلاقیت ہو یا کچھ اور اُس کے لئے مادی مظاہر اور معاشی جدوجہد کی ضرورت رہیگی اخلاقیت کوئی شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ ٹھوس حالات کی رگوں میں دوڑنے والے "گرم خون" کا نام ہے، مادی حالات جتنے گوناگوں ہوں گے اخلاقی ہمواریوں کو بھی اتنی ہی زیادہ نمائش کے مواقع مل سکتے ہیں۔ مادی کائنات کی گوناگونی ہی نے ثابت کیا کہ روحِ کائنات اور خدا کی قوتِ خلق وابداع زندگی کے کتنے "رازہائے درون پردہ" رکھتی تھی زندگی ایک کیمیاوی مرکب ہے اور ایسا مرکب جس کے تمام اجزار ایک خاص توازن رکھتے ہوں، اگر اُس توازن کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہر کیمیاوی مرکب کی طرح اُس کے خواص و نتائج بھی مختلف ہو جائیں گے اشتراکیت کی غلطی صرف اتنی ہے کہ اُس نے ٹھوس حالات کے دائرہ میں بنیادی حیثیت سے فکر و اخلاق کو داخل نہیں کیا جس طرح پیداواری حالات ایک ٹھوس چیز ہیں ایسے ہی اخلاقی اُمنگیں بھی ایک ٹھوس چیز ہیں مادہ کے "ٹھوس پن" کا تخیل بدل گیا اب دیکھئے کہ حالات

کے ٹھوس پن" کا تخیل کب بدلتا اور تاریخ کو اس راستہ پر لاتا ہے جو تضاد دشمن اور تعمیر بدوش ہونے کے سوا کچھ نہیں۔

اتنی داستان سننے کے بعد آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ "رنج بہا" جس کی سمت آرزوؤں کو بہنا چاہئے کون سا ہے اخلاقی قدریں اور ٹھوس حالات اگر ہم ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی چھوڑ دیں تو بہتر نتائج نہیں نکل سکتے، مادی ماحول بھی ایک طاقت ہے اور فکر و اخلاق کے تقاضے بھی ایک طاقت۔ مذہب کا مطالبہ بھی ہمیشہ یہی ترکیبی ذہن رہا، عمل صالح کا تصور اس کے سوا کچھ نہیں کہ اخلاقی اور معاشی رجحانات کو ہم آہنگ تیز رفتاری سپرد کی جائے۔ جو لوگ "صراطِ مستقیم" اور "سبیل رب" (نشو و نما کا راستہ) سے کسی ایک سمت ہٹ گئے انھیں یا تو دیوتاؤں، روحوں اور دوسری مالیخولیائی طاقتوں کا غلام ہونا پڑا۔ یا مفاد پرستیوں کے درمیان جنگ در جنگ کی مشکلات کا۔ اس لئے آرزوؤں کو ہمیشہ اخلاق اور ٹھوس حالات کے درمیان "رزمِ زندگی" کی اجازت دینا چاہئے۔ اس طرح اگر آپ نے کچھ بھی ٹریننگ حاصل کر لی قدم قدم پر آپ کو اندازہ ہوتا رہے گا کہ لوگ طرح طرح کے کتنے مالیخولیائی تصورات میں زندگی بسر کر رہے ہیں مجھے اس نقطہ پر پہنچنے سے پہلے کبھی اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ "اچھا خاصہ معقول آدمی" ہونے کے باوجود کتنا مالیخولیائی ہوں۔ مالیخولیا اور جنون کی کوئی ایک ہی قسم نہیں جس کو متعین کیا جا سکے۔ دوستوں۔ عزیزوں سے ہمدردی کی توقعات، ہر تاریخی منزل پر قوموں سے پائیدار مساوات و حق پرستی کی امیدیں، اپنے اپنے عقائد و رسوم کا وقار، اپنے اپنے رنگ و نسل اور تمدن کی برتری کا تخیل، اپنے اپنے مفاد کی آزادگرانی، مستقبل کے دھندلے نقشے، ماضی کی یاد۔ غرضکہ صدہا پہلو ہیں اور سب "مالیخولیائی طلسم" کے زخم خوردہ کوئی شخص اور کوئی قوم بھی اپنے مالیخولیا سے باہر جھانکنا نہیں چاہتی اور ہر ایک کو چھلانگ مار کر باہر ہو جانے کی ضرورت ہے کاش یہ بھی ہو سکتا اور وہ بھی، کیا یہ بھی ایک مالیخولیا ہے ؟؟۔

برہان دہلی

اسلام اور نظریۂ وراثت

ہم دوستوں، عزیزوں، محلہ والوں، اہل وطن اور اپنی پارٹی کے افراد سے محبت کرتے ہیں کیوں؟ اس لئے نہیں کہ انسانیت کا تقاضہ تھا، انسانی ارتقاء کی مانگ تھی بلکہ اس لئے کہ تنگ اور قریبی دائرہ کے اندر ہونے کی بنا پر وہ ہم سے ہمدردی کر سکتے ہیں دائرہ سے باہر ہو جانے والا ہمارے نزدیک اتنا دور ہو جاتا ہے کہ کوئی قوت پرواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتی یہ خیال کتنا ہی غلط اور تباہ کن کیوں نہ ہو۔ ایک نفسیاتی سچائی بھی ہے اور عبوری دور کا تقاضہ بھی جذبات کی برقاطیسی لہریں ہمیشہ دائرہ بناتی ہوئی پھیلتی ہیں زندگی کا جو برقی پارہ قریب ترین دائرہ کی گرفت میں آسکتا ہے وہ ہی ہمارے لئے سب سے قریب ہوگا اور وہ ہی ہماری کشش کا پہلا مرکز۔ چونکہ قانون قدرت ہی یہ تھا کہ موجیں دائرہ بناتے ہوئے وسیع سے وسیع تر ہوتی جائیں۔ اس لئے دائروں، گروہ بندیوں تنگ خیالیوں اور محدود ہمدردیوں سے انسانیت کو گذرنا ہی پڑتا، کوئی فیصلہ کن انقلاب، عبوری دور سے گذرے بغیر نہیں آسکتا۔ بہترین پروگرام کی خوبی صرف یہ ہی ہو سکتی ہے کہ عبوری دور کو جلد سے جلد گذارنے میں کام دے سکے۔ مذہب کا مطالبہ اگرچہ انسانیت نوازی کے سوا کچھ نہ تھا مگر اُس نے عبوری تقاضوں کا اندازہ کرتے ہوئے، جذباتی لائنوں پر اس طرح چل سکنے کی اجازت دے دی کہ وسیع ترین دائرۂ زندگی سے ٹکراؤ مول نہ لینا پڑے۔ جذباتی لائنوں پر جس جگہ بھی قرآن ہمدردیوں کا تصور واضح کرتا ہے وہیں خالص اخلاقی بنیادوں پر ہمدردی کے جذبہ کو بھی اُبھارتا اور ابن سبیل، مسکین، غلام اور ضروریات سے محروم ہونے والے کا حق بھی یاد دلاتا جاتا ہے۔ یقیناً اس ترکیبی ذہن میں کوئی بھی طاقت نہ آسکتی تھی اگر وہ اپنی پارٹی کو اخلاقی قدریں اور معاشی حالات سنوار سکنے کی ٹریننگ نہ دیتا۔ مفاد پرستیوں کے طوفان میں نفع اندوزی سے دور رہنے والے ذہن کو بیدار رکھ سکنا کوئی آسان کام نہ تھا ذہن کو بیدار رکھ سکنے کے لئے نماز، خواہشات پر کنٹرول کر سکنے کے لئے روزہ اور معاشی زندگی کو ہموار بنا سکنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات کا سسٹم جاری

کیا گیا مگر مسلم پارٹی پیغمبرانہ انقلاب کے تاریخی تقاضے سے دور ہوتی، رسوم و ظواہر میں اُلجھتی، دین میں غلو کرتی اور زندگی کے نصب العین سے ہٹ کر مادی فطرت کے ابتدائی تقاضوں کی طرف واپس ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ آج دوسرے مذاہب اور پارٹیوں سے اُسے کوئی بھی امتیاز نہیں دیا جا سکتا نہ پروگرام غلط تھا نہ نقشہ صرف ایک کمزوری اور ایک غلط چال نے بساط اُلٹ دی پیغمبرانہ انقلاب سے جو سیاسی اقتدار، جو معاشی سہولتیں اور انسانی علوم کے جو چشمے اُبل رہے تھے اُن کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے زندگی کے ہر گوشہ میں جدوجہد کو تیز کرتے رہنے کی اجتماعی کوشش نہیں کی گئی جغرافیائی، قبائلی اور طرح طرح کے سیاسی و اقتصادی تضاد اُبھرنے لگے جس تضاد کو طاقت نصیب ہوگئی اس ہی نے ایک دائرہ بنا لیا۔ نتیجہ میں "سیسہ کی دیوار" چھوٹی چھوٹی قلعہ بندیوں میں تقسیم ہوگئی۔ تقسیم کا یا اثر ہمیشہ ٹکراؤ ہوتا ہے چنانچہ مسلم پارٹی زندگی کے ہر پہلو میں باہم ٹکراتی اور دائروں پر دائرے بناتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ہر دائرہ سمٹتے سمٹتے "صفر" میں گم ہوگیا پارٹی کو تمام حالات نظر آ رہے تھے احساس رکھنے والے دل برابر تڑپتے اور شور مچاتے رہے مگر نقار خانہ میں طوطی کی کون سنتا تھا، نہ سننے کی بڑی وجہ یہ اعتقاد تھا کہ پیغمبر عرب کا یہ آخری انقلاب اپنے "ابدی نقشہ" کے ساتھ کامیاب ہی ہو کر رہے گا نقشہ تبدیل کر کے خدا کو ناراض نہیں کرنا چاہتے، اس لیے پیدا ہونے والے مسائل کو بھی آج ہی طے کر کے قفل لگا دینا اور اجتہاد کا دروازہ بند کر دینا بہتر ہوگا۔ حالانکہ اسلام کے نقشے میں قومی اور بین الاقوامی دو پہلو تھے عرب قوم کے غلبہ نے قومی نقشوں کو بین الاقوامی سچائی ہی کے رنگ میں پیش کیا غلبہ شکست ہوتے ہی نہ "خلافت قریش" کا چیلنج زندہ رہ سکا، نہ دوسرے نقشے حتیٰ کہ انسانیت کے شعور و تجربہ نے معاشی دباؤ سے نکل سکنے کے لئے نئی کروٹ لی۔ صنعتی سرمایہ داری نے تمدنی زندگی کا نقشہ ہی بدل دیا تھا، صنعتی دور میں نئے انقلاب کے وہ معنی رہے تھے جنہیں پہلی

تاریخ دُہرائی رہی، نہ طبقات کی قدیم بنیادیں، نہ سیاسی غلبہ کے لئے ذبح کشی کی ضرورت رہی تھی نہ سیاسی غلبہ کے وہ مقاصد جنہیں جاگیرداری نظام میں نظر انداز ہی نہ کیا جاسکتا تھا۔ اس لیے انسانی دماغ کیوں کر بنیادا دیہہ ایجاد نہ کرتا اُس نے بھی بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ صنعتی سرمایہ داری نے زندگی کے ہر نقشے کو اپنے لئے کار آمد پرزہ بنالیا تھا، اشتراکیت نے ہر پرزہ کو پگھلا کر زندگی کی نئی مشنری بنائی، انفرادی ملکیت کو زندہ رکھتے ہوئے فاکہ بندی کر سکنے کی صلاحیت طویل تجربہ کے بعد ہی اُبھر سکتی تھی اس لیے ملکیت کی بنیادہی کو تباہ کر ڈالا گیا نہ ملکیت رہی نہ وراثت "نہ بلی کا کھٹکا نہ چوہے کا ڈر" ممکن ہے کسی وقت انفرادی ملکیت کا تخیل مٹ جائے مگر تاریخی انقلاب کے پلٹے ابھی نہ معلوم کتنی کروٹوں تک اسے کسی نہ کسی رنگ میں زندہ رکھنے پر مجبور رہیں گے خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو، سوال یہ ہے کہ کیا خدا اور اُس کا قانونِ زندگی وراثت کے تصور کو چھوڑ سکنے کی اجازت نہیں دیتا ہے یہ مانا کہ تمدنی زندگی کے تقاضے انفرادی ملکیت کیلئے جتنا میدان چاہتے ہیں وہ ضرور دینا چاہیے تاکہ حکومت اپنی ہمہ گیر ذمہ داریوں کو سہولت سے انجام دے سکے "گھر گھر کی بپتائی" ابھی تک کسی میونسپلٹی کے بس کا روگ نہیں مگر انفرادی ملکیت کے حدود بنادینا تاکہ وہ انسانیت جو اپنی معاشی سہولتوں میں دوسروں کو شریک نہ کر سکی حالانکہ "وَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ" (معاشی سرمایہ کے حق میں جنگی قیدی اور ماتحت برابر ہیں) کہا گیا تھا، معاشی نظام کی جکڑ بندیوں سے صراطِ مستقیم پر لائی جاسکے، کیونکہ گناہ ہوسکتا ہے قرآن نے ضرور انفرادی ملکیت کے حدود متعین نہیں کئے کیونکہ طرح طرح کے معاشی حالات میں وہ حدود برابر بدلتے رہیں گے لیکن کیا اس ہی نے نفی شرکہ سے گریز کرنے والوں کو نہیں للکارا۔

وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا انسانی اور معاشی سرمایہ کی وراثت انسانیت کو نہیں پہنچ سکتی، یہ خدا کی چیز ہے اور وہ ہی یکے بعد دیگرے قوموں کو سپرد کرتا رہتا ہے۔

کیا پیغمبروں کا وہ خلق عظیم، وہ اُسوۂ حسنہ جس کی پابندی کے لئے علماء ہزاروں وعظ کہتے رہتے ہیں، جائیدادی وراثت کا نمونہ رکھتا تھا کیا پیغمبر اسلام کے خلفاء نے کوئی جائیدادی وراثت چھوڑی؟ کیا صوفیاء اور علماء کرام کی صدہا مثالیں انفرادی ملکیت سے پاک رہنے کی کوشش ہی میں نہیں گذرتی رہیں۔ پھر وراثت اور علم الفرائض کو دین قرار دے کر صنعتی سرمایہ داری کو طاقتور بنانے کی کوشش کرنا کیا خدا کی مرضی ہو سکتی ہے، تاکہ عوام کی انسانی صلاحیتیں نہ اُبھر سکیں، اُن کی زندگی عیش و آرام میں نہ گذر سکے،

پچھلے دور میں جاگیرداری نظام، صنعتی سرمایہ داری تک اور صنعتی سرمایہ داری اشتراکیت تک پہنچی ہی نہ تھی۔ علماء اسلام ان پہلوؤں پر غور نہ کر سکے جو تاریخی دور گذر رہا تھا اُس کے نقشے پر نیا نقشہ بنانے کے معنی زندگی کی صورت بگاڑنا ہی ہو سکتے تھے لیکن اگر آج اس کی ضرورت، اس کا تعمیری فائدہ ہمارے سامنے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مذہب کے نام پر رکاوٹ پیدا کی جائے اسلام وراثت کے بنیادی تصور سے ہرگز اتفاق نہیں رکھتا، قرآن کی آیات گواہ ہیں ہاں حالات کے لحاظ سے گوارہ کر لینا اس کے ہاں حرام نہیں، وراثت کے تصور سے اسلام کو وہ پیدائشی نفرت نہیں جو صنعتی سرمایہ داری میں پیدا ہونے والے اشتراکی نوجوان میں آپ دیکھ رہے ہوں گے، مقصد انسانی صلاحیتوں کو اُبھارتے ہوئے ہر طرح کی جنت بنانا تھا، چاہے ہر کوٹھی کا ڈیزائن جداگانہ ہی کیوں نہ ہو۔

پیغمبرانہ انقلابات اور اُن کے نقشے ہرگز "ابدی حلقہ" نہیں رکھتے، کونسا پیغمبر ہے جس کی شریعت نہ بدل گئی ہو، کونسا پیغمبر ہے جس نے حرام کو حلال نہیں بنایا بلکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے تو اس ہی چیز کو اپنی پیغمبری کی دلیل بنا لیا تھا "ابدی سچائی" خدا کے قانون زندگی اور اُس کے فیصلہ کن نتائج کے سوا کچھ نہیں پیغمبر "آسمانی داروغہ" بن کر نہیں آتے تھے بلکہ انسان

شعور و تجربہ نہ رکھنے کی بنا پر جن حالات سے فائدہ نہ اُٹھا سکتا اور انسانیت کو آگے نہ بڑھا سکتا تھا پیغمبروں نے وحی کے ذریعہ علم سے اُسے آسانی فراہم کی اور عملی انقلاب سے یقین کو محکم بناتے رہے، تعمیری کردار سے اپنے لیئے جنت بنانے کی ذمہ داری خود انسانی دل و دماغ پر تھی، جن تاریخی منزلوں تک انسانی دماغ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو سکا لیڈر شپ پیغمبری کرتے رہے اور وہ ہی کر بھی سکتے تھے زندگی کے وہ انقلابات جو ہمیشہ بہترین لیڈر شپ کے محتاج رہے "چراغِ رُخ زیبا لیکر" بھی ایسی لیڈر شپ کو نہ پا سکتے تھے۔ خدا نے سہارا دیا اور نہ معلوم کتنے ہزار برس انسانی بچپن کو سنبھالتا رہا۔ پیغمبر اسلام کے زمانہ میں انسانی دماغ اس قابل ہو گیا کہ ٹھوکریں کھانے اور سنبھلتے رہنے کی مشق سے دوڑ سکے پیغمبرانہ انقلاب کی آخری قسط ادا کرنے سے پیشتر اعلان کر دیا گیا کہ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ "انسانی گروہ کے لیئے جانچ پڑتال کا وقت آگیا اور وہ ہنوز

فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ بے پروا ہی سے گریز کر رہا ہے"

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جس عام تباہی کا انجیل میں اعلان کر چکے تھے اُس ہی پیشین گوئی کو قرآن نے دہرایا کیونکہ آئندہ بین الاقوامی زندگی کی بے پروا ہیوں کو بچپن کی غلط کاری سمجھ کر پیغمبروں کا سہارا دینے کا راستہ بند کر دیا گیا تھا اب انسانیت اور اُس کے تاریخی حالات کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہی تھی۔ خدا کا قانون زندگی اور اُس کے نتائج اپنی جگہ ضرور قایم تھے مگر باپ اپنے بچہ کو جوان کر کے ذمہ داریوں سے آزاد ہو گیا تھا غفلت کا نتیجہ ٹھوکر اور تباہی، سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانے کا نتیجہ منزل سے قریب ہوتے جانا بطے کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جوان ہو جانے پر باپ پر بچہ کی طرف سے کوئی فرض ہی عائد نہیں ہوتا اپنے علم و تجربہ سے روشنی دیتے رہنا اُس کا ناقابل فراموش فرض رہے گا چاہے وہ کوئی راستہ اختیار کرے وحی کی آخری

روشنی کو دینِ مکمل بنا کر نہ مٹ سکنے والے نقوش میں سپرد کر دینے کا یہی فلسفہ تھا، انسانی تاریخ کسی منزل سے کیوں نہ گذرے ہر موڑ پر اُسے رہنمائی دے سکنے والا انسان اُس ہی وحی سے مل سکے گا جس کی سرچ لائٹ قرآن کو بنا دیا گیا تھا اور جس کی بدولت پیغمبر اسلام "سراجِ منیر" اللہ روشن آفتاب بن سکے، پیغمبرانہ انقلاب کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو کائناتی تغیرات سے بالاتر ہو اور تاریخی گرفتوں سے باہر پیغمبر انقلاب نہیں پیدا کرتے تھے بلکہ انقلاب کے وقت پیدا ہوتے اور اسکی لیڈر شپ کرتے تھے وہ ہی تاریخی انقلابات آج بھی آتے رہتے ہیں مگر انسانی لیڈر شپ کی کمزوریاں وہ زندگی نہیں پیدا کر سکیں جو

لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ — "نہ اُنھیں مجلسی زندگی میں ایک دوسرے سے خوف رہیگا

لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ — نہ مانگیں پوری نہ ہو سکنے کا غم"

کے نقشے میں رنگ بھر سکتی اب زندگی کو دوزخ سے نکالنے اور جنت بنانے کا فرض انسانی دماغ کی طرف منتقل ہو گیا قرآن کی روشنی میں وہی سب کچھ کیا جا سکتا ہے جو پیغمبروں سے ہو سکا قرآن کی روشنی کا مطلب وہ ہی اضافی نقشے جاری کرنا نہیں ہے جو مخصوص تاریخی حالات میں بنائے گئے تھے زندگی چند نقشوں کی پابند نہیں بنائی گئی نفع اندوزی اخلاقی ٹریننگ سے بھی دور ہو سکتی تھی اور اشتراکی نظام کو انسانی فطرت سے قریب تر کرتے ہوئے بھی زکوٰۃ و صدقات سے بھی معاشی ناہمواریاں دور کی جا سکتی تھیں حتی کہ نہ سرمایہ داری آتی نہ موجودہ نقشے سے اشتراکیت اُبھرتی اور معاشرتی سرمایہ کو اجتماعی ملکیت کے سپرد کر کے بھی وہ ہی معاشی ناہمواری دور کی جا سکتی ہے نمازیں بھی مضبوط کیرکٹر بنا سکتی ہیں اور نظامِ تعلیم و تربیت کی مکمل نگرانی بھی نوجوانوں کو مضبوط کیرکٹر دے سکنے کے قابل ہے، بنیادی مقاصد اگر حالات کی تبدیلیوں سے کسی نقشہ پر حاصل نہیں ہو رہے تو نیا نقشہ بنانے کا حق رہے گا۔

آپ یہ نہ خیال کیجیے کہ میں کوئی ایسی بات کہہ رہا ہوں، جو نئی ہو، آج آپ پرانے نقشے کی دعوت دینے والوں کو بھی بالکل نئے نقشے ہی بناتے ہوئے پائیں گے۔ عمل وہ ہی کرنا پڑ رہا ہے جو زمانہ کا تقاضہ تھا مگر زبانوں پر ضرور مہر لگ گئی کیا علماء کرام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی تعیین کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا جمعیۃ الصلوٰۃ اور جمعیۃ المتقین بنائی جا رہی ہے یا سیاسی انجمنیں ہیں اور سیاسی مناقشات کیا مسلم نوجوانوں کے دل میں خدا اور اس کے قانون کا یقین پیدا کر سکنے سے علماء مایوس نہیں ہو چکے کیا مہدی و مسیح کا انتظار نہیں کیا جا رہا۔ کیا حق پر باطل کی فیصلہ کن فتح کا اعتراف کرنے میں کسی نیک دل عالم کو کوئی جھجک ہوتی ہے نہیں پہلے "سرودِ ہمسایہ" کی بھی اجازت نہ تھی، ساز و نغمہ کو نغمۂ داؤد بنانے کیلئے صوفیاء کرام نے "قوالی" ایجاد کی امام غزالیؒ نے سال میں ایک مرتبہ عوام کو بھی سننے کی اجازت دیدی مگر علماء اہل سنت گوارا نہ کر سکے، کفر و فسق کے فتووں سے فضا گونجتی رہی، آج لاؤڈ سپیکر سے ہر گلی کوچہ میں زہرہ اور مشتری کے گانے ہو رہے ہیں، فردوسِ گوش ہے اور ہندوستان میں نہ فتوے ہے نہ فتویٰ لینے والے حسین و جمیل نہیں بلکہ نسوانیت کے بدنما آرٹ کو دیکھنا بھی بدترین جرم تھا، آج جنت نگاہ ہے اور "وعدۂ حور" کا انتظار کرنے والے۔ سیاسی ہنگاموں، سڑکوں، ہوٹلوں، ریلوں دفتروں غرضکہ ہر طرف عورت ہی عورت ہے اور بے پردہ، حسنِ بے نقاب سے مصافحہ گفتگو اور صحبت مسلسل کہاں نہیں ہو رہی؟

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

ہر شخص ایک ہی راستہ پر جا رہا ہے مگر ایک دوسرے کو اس راہ سے منع کرتے ہوئے کوئی نہیں سوچتا کہ یہ "ہنگامہ" کیوں ہے؟ زندگی نے کیا پلٹا کھایا؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ خدا ان حالات سے واقف تھا یا نہیں؟ پیغمبری کا سلسلہ کیوں بند کر دیا گیا؟ حق پر باطل نے کیوں کر فتح پائی؟

اگر ہمارے مفکرین ذرا سی دماغی محنت کر سکیں اور اپنے الٰہیاتی اعتقاد کا امتحان لینے کی جرأت تو سب کچھ سمجھ میں آ سکتا ہے، نہ صرف سمجھ میں آ سکتا ہے، بلکہ ایسے حالات میں بھی خدا کی ہمہ دانی کا نقش دل کی گہرائیوں میں جذب کرایا جا سکتا ہے۔ کاش جنت کے ٹھیکیدار دنیا کی دوزخ کا بھی اندازہ کر سکتے۔